تربیتی کہانیاں

حصہ سوم

مائل خیر آبادیؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جھوٹی کہانی

یہ سدّو نہ جانے کہاں سے غلط سلط، انٹ شنٹ، اوٹ پٹانگ، بے تک تال کی بے سر پیر کی، جھوٹی کہانیاں سُن کر آتا ہے اور پھر گھر آکر ہمیں سناتا ہے۔ آج امّی جان کام میں لگی تھیں۔ انھوں نے ہم سب کو بیٹھے دیکھا تو کہا: تم سب خود ہی کہانیاں کہو میں یہ کام کر کے آتی ہوں۔ بس اتنا موقع ملا اور سدّو کہیں کی سُنی ہوئی کہانی اس طرح سُنانے لگا:

"ایک عورت تھی۔ اس کا شوہر مر گیا۔ شوہر سے بیوی کو محبت ہوتی ہے نا!" سدّو نے سر اُوپر نیچا کر کے کہا۔

اس عورت کو اپنے شوہر سے اتنی محبت تھی کہ اس نے اپنے مردہ میاں کی لاش کو دفن ہی نہیں ہونے دیا۔"

"ارے واہ!" ہم سب سدّو میاں کا منھ تک رہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا:

"کچھ لوگ کفن دفن کرنے آئے تو سب کو واپس کر دیا۔ لوگوں نے سمجھایا کہ دفن نہ کرو گی تو لاش سڑ جائیگی۔ گھر میں بدبو پھیلے گی۔ لاش میں کیڑے پڑ جائیں گے بیماری پھیلنے کا ڈر ہے۔" لوگوں نے بہت سمجھایا۔ ارے بھئی، اتنا سمجھایا کہ حد کر دی مگر وہ عورت" نہ مانی اور اس نے لاش نہ دی۔"

"بڑی نا سمجھ عورت تھی۔" صفّو باجی نے کہا۔

"اچھا بھئی، اس نے لاش نہیں دی۔ لاش اس نے کوٹھری میں بند کر دی، دروازے میں قُفل لگا دیا، پھر وہ ایک حکیم کے پاس پہنچی۔ پانچ روپے حکیم کو دیئے اور پوچھا؟ "حکیم صاحب! کیا کروں کہ میرے شوہر کی لاش نہ سڑے؟" حکیم صاحب نے کہا کہ لاش کو برف میں دبا دو۔

بیوی سیدھی بازار گئی اور وہاں سے ٹھیلہ بھر برف لے آئی۔ لاش کے نیچے اوپر اور آس پاس

برف رکھ دی۔ پھر وہ ایک ''سیانے'' کے پاس گئی۔

''کِش کے پاش؟'' گلّو بی نے پوچھا۔

''سیانے کے پاس۔ ارے وہ، جو گنڈے ونڈے بنا کر لوگوں کو دیتے ہیں۔ عورتوں سے تو خوب ہی اپنی جیب گرم کرتے ہیں'' یہ بات سعید میاں نے سمجھائی۔

وہ عورت سیانے کے پاس گئی۔ اس سے کہا، مجھے کوئی ایسا تعویذ یا گنڈہ بنا دو، یا کوئی منتر یا دعا بتا دو جس سے ملک الموت کو کہیں پا جاؤں''

''ملک الموت کون؟'' یہ بات گڈّو بی نے پوچھی۔ صفّو باجی نے سمجھایا۔

''دیکھو اللہ میاں کے بہت سے فرشتے ہیں۔ یہ فرشتے اللہ کے حکم سے دنیا میں کام کرتے ہیں۔ نبیوں کے سوا ان کو کوئی نہیں دیکھ پاتا''

''تو پھِل، تو پھِل، وہ عوَلت کیشے پائے گی؟'' گلّو بی نے پوچھا۔

''کہانی جھوٹی معلوم ہوتی ہے'' صفّو باجی نے یہ کہا اور اتنے میں امّی جان آ گئیں۔

''ارے تو کیا یہ جھوٹی کہانی سنا رہا ہے؟'' انھوں نے سدّو میاں سے پوچھا۔

''نہیں امّی جان! بالکل سچ۔ میں نے ایک کتاب میں پڑھی''

''اچھا، سُنا، میں سنوں، کیا ہے کہانی؟''

''سنئے' اس سیانے نے ایک تعویذ لکھا۔ تعویذ عورت کو دیا اور کہا کہ کچّے دھاگے میں باندھ کر گلے میں لٹکائے۔ پھر ایک گنڈہ بنا کر عورت کے بازو پر باندھ دیا۔ پھر ایک فتیلہ بنایا اور دے کر کہا، رات کے بارہ بجے گھر سے نکلنا۔ فتیلے کو جلانا اور یہ منتر پڑھنا۔

''اڑ گم بڑ گم چھو منتر، تڑ گم سڑ گم ہو ہنتر، جھو جھو دیورے دے شوہر''

یہ جو سدّو نے کہا تو امّی جان ہنس پڑیں۔ ''ارے تو یہ کیا اڑا رہا ہے''

''امّی جان! سچ یوں ہی کتاب میں لکھا ہے۔ سنئے' تو وہ عورت رات کو فتیلہ جلا کر گھر سے نکلی۔ یہی منتر پڑھ رہی تھی۔ اس نے دیکھا کہ موت کا فرشتہ جا رہا ہے۔ بس جھپٹ کر اسے پکڑا۔ فرشتہ کے پاس

ایک تھیلہ تھا۔ تھیلہ چھین لیا۔ اور تھیلے کا منہ کھول دیا۔ فرشتہ ارے ارے کہتا رہا۔ امی جان! بولیے نہیں۔ سنیئے بڑی مزیدار کہانی ہے۔ تھیلے میں ہزاروں جانیں بھری تھیں۔ نہ جانے کس کس کی تھیں۔ وہ سب تھیلے میں سے نکل کر بھاگیں اور سب جاکر اپنے اپنے بدن میں سما گئیں۔ جو مردے دفن ہو گئے تھے، وہ قبروں سے نکل کر بھاگے۔ جو مُردے مرگھٹ میں جلا دیئے گئے تھے وہ نہ جانے کہاں اپنی لاش پا گئے۔ مطلب یہ کہ سب پھر زندہ ہو گئے۔ اس عورت کے شوہر کی جان بھی تھیلے میں تھی۔ اس کا شوہر بھی زندہ ہو گیا۔ وہ عورت اپنے شوہر کے ساتھ پھر آرام سے رہنے لگی۔

"ارے بکواسی!"، امی جان نے سدّو میاں کو ڈانٹا۔ "تو یہ کہاں سے جھوٹی کہانی پڑھ کر آیا ہے۔ خبردار! جو کتاب ملے، پہلے مجھے دکھا لیا کر، پھر پڑھا کر۔"

"اس میں جھوٹ کیا ہے امی جان!" سدّو نے پوچھا۔ امی جان بتانے لگیں۔ "سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اللہ میاں نے فرشتوں کو اپنے نور سے بنایا ہے۔ نور سے جتنی چیزیں پیدا کی ہیں، ان کو کوئی دیکھ نہیں سکتا۔ ہاں اللہ میاں نے نبیوں کو ان میں سے کچھ چیزیں دکھا دیں۔ جیسے فرشتے، حوریں جنّت وغیرہ۔ تو یہ عورت نبی تو تھی نہیں۔ پھر بھی فرشتے کو پا گئی۔ اس کہانی میں پہلا جھوٹ یہی ہے۔

دوسری جھوٹ بات یہ ہے کہ اللہ میاں نے فرشتوں کو اتنی طاقت دی ہے کہ وہ چاہیں تو یہ زمین الٹ دیں۔ پہاڑ کو تہس نہس کر دیں۔ پھر بھلا یہ کمزور عورت اس سے کیسے جیت سکتی تھی؟"

"امی جان! منتر کے زور سے!" سدّو میاں نے جواب دیا۔

"جھوٹ! یہ سب سیانے لوگوں کی گڑھی ہوئی مکّاری کی باتیں ہیں۔ مکّاری کر کے وہ ناسمجھ لوگوں کو خوب ٹھگتے ہیں۔ بھلا اللہ کے حکم کے آگے کوئی جنتر منتر یا گنڈہ تعویذ چل سکتا ہے!"

"ہرگز نہیں، ہرگز نہیں"، ہم سب نے کہا اور سدّو میاں ہکّا بکّا ہو کر رہ گئے۔

"اور سنو بچو! اگر اسی طرح سب لوگ فرشتے سے روحیں، یعنی مردوں کی جانیں چھیننے لگیں تو پھر کاہے کو کوئی مرے۔ اس طرح دعا، منتر، تعویذ اور گنڈے سے سب ہی اپنے لوگوں کو مرنے کے بعد زندہ کر لیں گے۔"

"ہاں بھائی! یہ بات تو بالکل ٹھیک ہے" ہم سب ایک ساتھ پھر بولے اور سدو میاں شرما گئے۔

"اچھا، اب سچّی بات سنو، سچّی بات یہ ہے کہ جب اللہ میاں چاہیں گے کہ دنیا جس میں ہم تم سب رہ رہے ہیں۔ ختم ہو جائے تو حکم دیں گے اور دنیا کا یہ کارخانہ تہس نہس ہو جائیگا سب لوگ مر جائیں گے۔ پھر اللہ کے حکم سے سب زندہ ہوں گے اور اللہ کے حضور حاضر کیئے جائیں گے۔ اللہ میاں سب سے ان کے اچھے برے کاموں کے بارے میں پوچھیں گے۔ جس نے اچھّے کام کیئے ہوں گے اللہ میاں اس کو جنّت میں جگہ دیں گے۔ اور جس نے برے کام کیئے ہونگے اس کو جہنّم میں ٹھکانہ ملے گا۔ جہنّم بڑا بُرا ٹھکانہ ہے۔ اللہ اس سے بچائے۔ سمجھے تم سب؟"

"جی ہاں! یہ سچ ہے"

"تو بس جاؤ، اچھّے کام کر کے اللہ میاں کو خوش کر دو"

"ہم تو اچھے کام کریں گے"

"اور دیکھو، اِدھر اُدھر کہیں کوئی کتاب پاؤ تو پہلے مجھے دکھا لو۔ میں اسے پڑھ کر بتا دونگی کہ اس میں جھوٹی باتیں لکھی ہیں یا سچ۔

"بہت اچھّا!"

"اچھّا اب جا کر سو جاؤ"

امّی جان اٹھ کر چلی گئیں۔ ہم سب بھی اپنی اپنی چارپائی پر پہنچے اور لیٹ گئے۔ پھر نیند آگئی اور سو گئے۔

اللہ کے ولی

آج جیسے ہی امّی جان آئیں۔ سدّو پوچھ بیٹھا۔

"امّی جان! یہ ولی اللہ کے کیا معنی ہیں؟"

بات یہ تھی کہ امّی جان کے آنے سے پہلے ہم آپس میں "ولی اللہ" کے معنی پر سوچ بچار کر رہے تھے۔ سعید میاں کا کہنا یہ تھا کہ ولی اللہ کے معنی ہیں۔ اللہ والا آدمی۔ صادقہ نے اس کے معنی بتائے تھے۔ بزرگ آدمی۔ انور کا خیال یہ تھا کہ ولی اللہ وہ ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ کہہ دے، وہی ہو جائے۔ صفّو نے تو کمال کر دیا۔ انھوں نے کہا کہ ولی اللہ اسے کہتے ہیں جو تعویذ بناتا ہے۔ جھاڑ پھونک کرتا ہے۔ اور سنئے، گلّو بی نے فرمایا کہ پیِل جی کو۔ یعنی پیر جی کو ولی اللہ کہتے ہیں۔

ہم اس طرح سوچ بچار کر رہے تھے کہ امّی جان آگئیں اور اچھا ہی ہوا کہ سدّو نے ان سے معنی پوچھے۔ امّی جان نے بتایا کہ ولی اللہ اس شخص کو کہتے ہیں جو اللہ کے حکموں کے مطابق ہر کام اس طرح کرتا ہے جیسے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کرنے کو بتایا ہے یا کر کے دکھا دیا ہے۔

"اے وا! تو پھِل اَم بی" گلّو چونک کر بولی۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ تو پھر ہم بھی ولی اللہ ہیں۔ کیوں کہ ہم پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرتے ہیں۔ امّی جان نے گلّو بی کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا۔

"بیٹی بڑی ہو کر اللہ اور رسولؐ کی بتائی ہوئی باتوں پر چلو تو بیشک — تم بھی ولی اللہ ہوگی"

"پیدائشی ولی کسے کہتے ہیں؟" سدّو نے دوسرا سوال کیا۔

"پیدائشی ولی کوئی نہیں ہوتا" امّی جان سمجھانے لگیں۔ "دیکھو اصل بات یہ ہے

کہ جب کوئی شخص اچھے ہی کام کرتا رہتا ہے۔ برے کاموں سے بچتا ہے تو آگے چل کر اچھے کام کرنے کی اسے عادت ہو جاتی ہے۔ اللہ میاں بھی اسے برے کام سے بچا لیتے ہیں۔ تو اچھے کام کرتے دیکھ کر لوگ کہنے لگتے ہیں کہ اس نے برے کام کبھی کیئے ہی نہیں۔ ارے بھئی یہ تو پیدائشی ولی ہے۔" مطلب یہ کہ سدا سے اللہ کے حکموں پر چلنے والا ہے۔ سمجھے!

"جی!" ہم سب نے ایک ساتھ کہا۔ امّی جان نے سدّو میاں سے پوچھا۔

"بیٹا! آج تم نے کہیں کسی ولی کی کہانی سُنی ہے۔ تبھی تو تم بار بار پوچھ رہے ہو!"

"جی ہاں امّی جان! رحمتو نے ایک ولی اللہ کی کہانی سُنائی۔ اسی نے بتایا کہ وہ پیدائشی ولی تھے۔ مگر مجھے ایسا لگتا ہے کہ وہ کہانی جھوٹی ہے۔"

"کس طرح ہے وہ کہانی؟" امّی جان نے سدّو میاں سے پوچھا۔ ہم سب نے کہانی سننے کے لیئے اس طرح کان لگا دیئے جیسے ہمارے جسم کا رواں رواں کان بن گیا ہو۔ سدّو میاں اس طرح کہانی سنا رہے تھے۔

"ایک بزرگ تھے۔ وہ پیدائشی ولی تھے۔ بچپن ہی سے بڑے نیک تھے۔ وہ رمضان کے مہینے میں پیدا ہوئے تھے تو پیدا ہوتے ہی روزہ رکھا اور پھر سب روزے رکھے۔۔"

"ٹھہرو سدّو میاں! بس یہ بات غلط ہے۔ بچّہ جب پیدا ہوتا ہے۔ تو اسے کچھ علم نہیں ہوتا۔ وہ تو بعد میں سیکھتا ہے۔ جیسے تم سیکھ رہے ہو۔ پھر یہ کہ تم سب جانتے ہو کہ روزہ، نماز وغیرہ بچّوں پر فرض نہیں، تو پھر ایک دن کے بچّے پر فرض کرنا کیسا؟

"ہاں امّی! جب فرض نہیں تو پھر ان ولی صاحب نے فرض کیسے ادا کیا؟" ہم سب ایک دوسرے کا منھ تکنے لگے۔ امّی جان نے کتنی آسانی سے ہمیں اتنی بڑی بات سمجھا دی واہ بھئی واہ۔"

"اور تو سنئے امّی جان ــــ سدّو میاں نے کہانی آگے بڑھائی۔

"وہ ولی اللہ جب پانچ برس کے ہوئے اور مکتب میں پڑھنے گئے تو پہلے

ہی دن پورا قرآن زبانی سنا دیا۔ سارے اُستاد دنگ رہ گیے۔

"اے تو پھِل یاد ـــــ!" گلوبی یہ کہنے لگیں کہ تو پھر انھوں نے کب ناظرہ پڑھا اور کب کلام پاک حفظ کیا۔" سدّو میاں نے جواب دیا کہ انھوں نے پورا قرآن ماں کے پیٹ ہی میں یاد کر لیا تھا۔"

"وہ کیسے؟" ہم سب نے پوچھا اور امّی جان غور سے ہم سب کو دیکھنے لگیں۔

"رحمتو بتا رہا تھا کہ ان کی امّی کو پورا قرآن زبانی یاد تھا۔ وہ حافظِ قرآن تھیں۔ وہ ہر روز قرآن پڑھا کرتی تھیں۔ بس ان سے سُن سُن کر پیٹ ہی میں یاد کر لیا۔"

"یہ بات بھی غلط ہے بیٹے! کوئی نبی ایسا نہیں ہوا۔ پھر کہاں دوسرا انسان جو پورے قرآن کا حافظ ہو کر پیدا ہوا۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ بچّہ دنیا میں قدم رکھنے پر اسے سردی گرمی اور دوسری باتیں معلوم ہونے لگتی ہیں۔ اس سے پہلے تو وہ کچھ جانتا بوجھتا ہی نہیں۔

"امّی جان! مزے دار بات تو اب سنیئے!" سدّو نے بتایا۔ "مزے دار بات یہ ہوئی کہ مکتب کا ایک استاد کسی بات پر اس بچّے پر ناراض ہو گیا اور اس نے پیٹنے کیلئے چھڑی اُٹھائی۔ وہ پیدائشی ولی صاحب ڈر کے مارے بھاگے۔ مکتب سے نکلے، کبھی اِدھر کبھی اُدھر چکر کاٹے۔ قبرستان کی طرف سے ہو کر گذرے۔ پیچھے پیچھے چھڑی لیئے ہوئے وہ استاد صاحب تھے۔ قبرستان کی طرف سے پیدائشی ولی صاحب نکلے تو پکارے۔ "ارے بھاگو! ملّا صاحب خفا ہو گئے۔"

یہ کہہ کر ولی صاحب بہت تیزی سے نکل گئے۔ قبروں کے مردوں نے یہ سنا تو قبروں سے نکل نکل کر بھاگے، سیکڑوں، ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں، ارے بھئی بے گنتی مردے نہ جانے کب سے دفن پڑے تھے۔ سب قبروں سے نکل نکل کر آگے پیچھے بھاگے چاروں طرف ایک شور مچ گیا۔

"اہاہا۔ بلی مجے دال کہانی!"، گڈّو بی اور گلو بی تالیاں بجانے لگیں۔ ہم سب دم بخود یعنی چپ سادھے سن رہے تھے۔ امی جان سدّو کو گھور رہی تھیں۔ سدّو میاں کہہ رہے تھے کہ یہ دیکھا تو اللہ میاں نے جھٹ ملک الموت یعنی جان نکالنے والے فرشتے کو حکم دیا کہ فوراً اس استاد کی جان نکال لو، نہیں تو میرا ولی مدھر جائے گا، اُدھر کے سارے مردے قبروں سے نکل پڑیں گے اور پھر قیامت آجائے گی۔

ملک الموت جھٹ آسمان سے زمین پر آئے اور پھر ہوا یہ کہ استاد جو چھڑی لیئے ہوئے آرہے تھے، ٹھوکر کھاکر گرے اور گرے تو کہاں ایک گہرے کھڈ میں اور مر گیۓ۔

اب پیدائشی ولی رُکے۔ انھوں نے مردوں سے کہا۔ اب کوئی ڈر نہیں، جاؤ اپنے اپنے گھر سب مردے پھر اپنی اپنی قبروں میں چلے گیۓ۔ بس کہانی ختم۔"

کہانی سُن کر امی جان نے لمبی سانس لی۔ ہم سب ان کی طرف دیکھنے لگے۔ سمجھ میں نہ آنے والی کئی باتیں کہانی میں تھیں۔ امی جان سمجھانے لگیں۔

"دیکھو بچو! اس کہانی میں یہ بات بھی غلط ہے کہ مردے قبروں سے نکل نکل کر بھاگے۔ کوئی مُردہ قیامت سے پہلے قبر سے پہلے نہیں اُٹھ سکتا۔ دوسری بات یہ کہ انھیں قبر سے بھاگنے کی ضرورت ہی کیا۔ انھیں استاد کا ڈر کیسا۔ کیا اُستاد اُن کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر پیٹتا۔ وہ مردوں کو کیسے پاسکتا۔ کوئی نہیں جانتا کہ مردے کس حالت میں ہیں۔

سمندر سے موتی نکالنا

"امّی جان! ....."

آج جیسے ہی امّی جان آکر بیٹھیں۔ سدّو کہنے لگا۔

"امّی جان! آج میں نے ایک ایسی کہانی پڑھی جو ہے تو جھوٹی، لیکن ہے نصیحت والی، دیکھیئے نا امّی جان! مرغی سونے کا انڈا دیتی ہے؟ ہے نا یہ بات جھوٹی!"

"کیا ہے وہ کہانی؟" امّی جان نے پوچھا۔

"دیکھیئے امّی جان!" سدّو کہنے لگا۔ ایک آدمی تھا۔ بڑا لالچی۔ بڑا ہی لالچی اور ناسمجھ بھی۔ اس کے گھر ایک مرغی تھی۔ وہ مرغی ہر روز سونے کا ایک انڈا دیتی تھی۔

"اہاہاہا شونے تا انڈا"، گلّوبی نے تالی بجائی۔

"ایک دن اس لالچی بڈھو نے سوچا۔ مرغی کے پیٹ سے سارے انڈے ایک ہی دن نکال لوں۔ ڈھیروں روپے ہاتھ آجائیں گے۔ پھر خوب مزے سے کھائیں گے۔

اچھّا بھائی! اس لالچی بڈھو نے چھری لی اور مرغی کو ذبح کر ڈالا۔ پیٹ چیرا تو اس میں ایک بھی انڈا نہ نکلا۔ اب لگا سر پر ہاتھ رکھ کر رونے۔ یہ ہے کہانی"

سدّو کہانی سُنا کر چپ ہوا تو امّی جان نے کہا کہ "اس میں نصیحت کیا ہے؟" سدّو نے جواب دیا۔ "اس میں نصیحت یہ ہے کہ اس نے لالچ کیا اور مرغی ذبح کر ڈالی۔ اگر وہ لالچ نہ کرتا تو اس کی مرغی زندہ رہتی اور روز اسے ایک انڈا ملتا"

"ٹھیک کہتے ہو سدّو! ایسی کہانی بچّوں کو سنائی جائیں تو ان میں جتنا حِصّہ جھوٹ ہو وہ بچّوں کو بتا دیا جائے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہمارے بزرگوں نے اس طرح کی کہانیاں نصیحت

ہی کے لیئے بنائی ہیں۔ آج میں تم سب کو ایسی ہی ایک کہانی سنائے دیتی ہوں۔ اس میں بھی اسی طرح کی نصیحت ہے۔ کہانی ایسی مزیدار ہے کہ سنو گے تو سنتے ہی رہو گے۔"

"ضرور سنایئے امی جان!" ہم سب ایک ساتھ بول اٹھے۔ امی جان نے کہنا شروع کیا۔

"ایک آدمی تھا۔ اس میں بھی زیادہ سمجھ نہ تھی۔ لیکن وہ اپنی دھن کا بڑا پکا تھا۔"

"دھن کا پکا!" سعیدہ بی پوچھنے لگیں "امی دھن کا پکا کیسا ہوتا ہے؟"

"مطلب یہ کہ...." امی جان نے بتایا "جس کام پر لگ جاتا بس کر کے چھوڑتا۔"

"یہ تو اچھی بات ہوئی نا امی!" — صفو بی نے اس آدمی کی تعریف کی۔

"ہاں بیٹی! اس آدمی میں یہ خوبی تو تھی مگر اس کی سمجھ کے بارے میں جو میں نے کہا کہ ذرا کم تھی۔ تو سنو، ایک دن کسی نے اسے بتایا کہ سمندروں میں موتی ہوتے ہیں۔ یہ سنا تو اس نے سوچا، چل کر سمندر کا پانی اُلیچ ڈالیں اور سارے موتی نکال لائیں۔"

"اس میں ناسمجھی کی بات کیا ہے امی؟" بھنو نے سوال کیا۔

"بات یہ ہے کہ سمندر ہر جگہ سے نیچا ہوتا ہے اسی لیے ندیوں کے ذریعہ پانی بہہ بہہ کر سمندروں میں جاتا ہے۔ اب اگر کوئی نیچے کا پانی اُلیچے گا تو اوپر ہی پھینکے گا۔ وہ پانی بہہ کر پھر سمندر میں آ جائے گا تو بھلا سمندر کا پانی کیسے اُلیچ سکتا ہے؟"

"ہاں امی! یہ تو اس نے ناسمجھی کی بات سوچی!"

"مگر بچو! وہ دھن کا پکا تھا نا! اس کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا۔ اس کی بیوی ہر بات میں اس کا ساتھ دیتی تھی۔ اس نے کہا۔ چلو چل کر موتی نکال لائیں۔"

بیوی تیار ہو گئی تو اس آدمی نے اپنے بیٹے اور بیٹی سے کہا۔ وہ دونوں بھی تیار ہو گئے۔ اس آدمی نے بیل گاڑی لی۔ کھانے پینے کا سامان اس پر لادا۔ بیوی بچوں کو لے کر اس پر بیٹھا اور تگ تگ.... کیا سمجھے؟ بیل گاڑی چل دی۔

چلتے چلتے، چلتے چلتے، ایک مہینے کے بعد گاڑی سمندر کے کنارے پہنچی۔ انھوں نے

سمندر کا نام سُنا تھا۔ دیکھا نہیں تھا۔ اب جو دیکھا تو ان کی زبان سے نکلا، کیا خدا کی قدرت ہے۔ اتنا پانی! جہاں تک نظر جاتی، پانی ہی پانی —— پھر سر جھٹک کر بولے اجی یہ سب اُلیچ کر پھینک دیں گے۔ موتی نکال کر رہیں گے۔

ارے بھئی، کیسی تھکن، اور کیسا سستانا۔ کسی نے تھالی لی۔ کسی نے پیالہ لیا۔ کسی نے بالٹی اُٹھائی اور کسی کو کچھ ہاتھ نہ لگا تو وہ گلاس ہی سے سمندر کا پانی ساحل پر پھینکنے لگا۔

"ساحل کیا امّی جان؟" ہم سب نے ساحل کے معنی پوچھے۔ امّی جان نے بتایا کہ ساحل کے معنی ہیں۔ سمندر کا کنارا۔ اچھا تو وہ سب دُھن کے پکّے پانی اُلیچ رہے تھے۔ وہ یہ دیکھتے ہی نہ تھے کہ پانی بہہ کر پھر سمندر ہی میں آرہا ہے۔

لوگوں نے ان سے پوچھا۔ "یہ کیا کر رہے ہو؟"

انھوں نے ایک زبان ہو کر کہا۔ "ہم سمندر کا پانی اُلیچ کر موتی نکال لے جائیں گے۔"

لوگ یہ سنتے تو ان کی ناسمجھی پر ہنستے۔ انھیں پاگل کہتے۔ کچھ لوگوں نے سمجھایا بھی کہ یہ کیا ناسمجھی کی بات ہے۔ تم دیکھتے نہیں کہ پانی پھر سمندر میں آرہا ہے۔"

"واہ جی! تم ہم کو ناسمجھ کہتے ہو۔ کیا سمندر میں موتی نہیں ہوتے؟" "ہوتے تو ہیں۔"

"پھر جاؤ اپنا راستہ لو۔ ہم تو موتی نکال کر رہیں گے۔ میاں بیوی، بیٹا بیٹی چاروں ایک زبان۔ الّا اللہ، الّا اللہ —— دے بالٹی پر بالٹی —— دے پیالے پر پیالہ، جو جس کے ہاتھ میں تھا اسی سے اُلیچنے میں مست۔ کسی کی سنتے ہی نہیں۔ لوگ ان کو احمق کہتے۔ وہ سب کو ناسمجھ سمجھتے۔

اب دیکھو کہانی کی مزیداری۔ تم جانتے ہو کہ سمندر میں مچھلیاں ہوتی ہیں۔ تو اب جو وہ تیرنے کے لیئے وہاں آئیں تو انھیں آہٹ معلوم ہوئی۔ انھوں نے دیکھا کہ چار آدمی پانی اُلیچنے میں لگے ہیں۔

وہ سب ان کے پاس گئیں۔ کہنے لگیں۔ "ارے بھئی یہاں ہم تیرنے اور کھیلنے

آتے ہیں۔ تم بھاگو یہاں سے۔"

"ہُش، غڑپ، تم خود بھاگو یہاں سے۔ ہمیں مت ٹوکو۔ ہمیں کام کرنے دو۔ اگر ہمارا وقت خراب کروگی تو تم کو پکڑ کر اور بھون کر کھا جائیں گے۔"

"ارے بھئی، سنو تو، پانی اُلیچنے سے تمہارا مطلب کیا ہے؟"

"ہم موتی نکالیں گے۔"

"تم دیکھتے نہیں، یہ پانی الیچ بھی سکوگے۔ پانی تو پھر سمندر میں ہی آ رہا ہے۔"

"اونھ، تم چلیں نصیحت کرنے۔"

اور اس بات چیت کے بعد سب پھر پانی الیچنے میں لگے۔ مچھلیاں کچھ ان ناسمجھوں کی بیکار جانے والی محنت پر افسوس کرتی ہوئی اور کچھ مسکراتی اور ہنستی ہوئی اپنی رانی کے پاس گئیں۔"

"الے واہ، الے امّی دان! شنو تو، تیا ان تی لانی بھی ہوتی اَے؟" گڈّو بی نے چمک کر پوچھا۔

"اول اول، کیا مچھلیاں ہنشتی اول مشکلاتی بھی ہیں؟" گلّو بی نے سوال کیا۔

"امّی جان! کہانی میں یہ حصّہ جھوٹ ہے!"

ہم سب اسی طرح کہانی کے بارے میں کہنے اور پوچھنے لگے۔ امّی جان نے فرمایا کہ ہاں! یہ ہے تو جھوٹ لیکن دیکھو تو کہانی میں نتیجہ کیا نکلتا ہے۔

اچھا، تو مچھلیوں نے اپنی رانی سے سارا حال کہا۔ رانی نے پوچھا کہ میاں بیوی، بیٹا بیٹی ان سب نے دل میں طے کر لیا ہے۔ یا ان میں سے کوئی ڈھیل دے رہا ہے؟" مچھلیوں نے جواب دیا۔ حضور! چاروں دُھن کے پکّے اور بڑے جیالے ہیں۔ اس طرح الیچ رہے ہیں کہ انھیں اپنا ہوش نہیں۔

رانی نے یہ سُنا تو ذرا دیر کو کچھ سوچا۔ پھر بولی۔ "دیکھو، یہ تو ٹھیک ہے کہ وہ سمندر

کا پانی اینچ نہ سکیں گے۔ لیکن تمہارے کھیلنے کی جگہ میں رکاوٹ تو پڑ گئی۔ پھر وہ کسی کے سمجھانے سے مانتے بھی نہیں۔ تو پھر تم سب یہ کرو۔ اپنے اپنے منھ میں موتی بھرو اور ان کے سامنے ڈھیر کردو۔ وہ موتی پائیں گے تو چلے جائیں گے۔ تم سب پھر آرام سے کنارے کھیلنا اور تیرنا!

رانی کا حکم پاکر مچھلیوں نے اپنے اپنے موہنوں میں موتی بھرے اور لے جاکر ان چاروں کے آگے ڈھیر کر دیئے۔ موتی دیکھ کر وہ سب خوش ہوگئے۔ بیل گاڑی میں موتیوں کو بھرا۔ وہاں سے چل دیئے گھر آکر رکھا۔ ان میں سے کچھ بیچ ڈالے۔ ہزاروں کی رقم ہاتھ آئی تو محل بنوا کر رہنے لگے۔ یہ ہے میل جول کی برکت۔ یہی بات سمجھانے کے لیئے یہ کہانی بنائی گئی ہے۔

"جی ہاں امّی جان! ہے بھی بڑی مزے دار"

"ابھی کہانی ختم نہیں ہوئی ہے۔ اس کا سب سے زیادہ مزیدار حصّہ تو اب سنو"

"ارے وا! ابھی کچھ باقی ہے اچھا سنایئے۔"

"اس آدمی کے پڑوس میں ایک اور آدمی رہتا تھا۔ اس نے پوچھا "یار! یہ مال کہاں سے اُڑا لائے ہو"

اس نے جواب دیا۔ "میں کوئی چور ہوں؟ چور سے تو اللہ میاں ناراض ہو جاتے ہیں۔ چوری بہت بری بات ہے۔ ہم نے محنت کی ہے۔ سمندر اینچ کر یہ موتی حاصل کیئے ہیں"

"ہٹ جھوٹے" پڑوسی اُسے جھٹلانے لگا۔ "کوئی سمندر بھی اینچ سکتا ہے"

اُس آدمی نے سارا حال کہہ سنایا۔ تو پڑوسی کو لالچ پیدا ہوا۔ اس نے کہا، چلو ہم بھی مچھلیوں سے ایسی ہی باتیں کریں گے۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا۔ وہ بولی کیسے ناسمجھ ہو۔ کہیں کوئی سمندر بھی اینچ سکتا ہے۔ اس نے بیٹے اور بیٹی سے کہا۔ تو انھوں نے جواب دیا۔

"ابا جان! آپ یہ کیسی باتیں کرتے ہیں ...." وہ کچھ اور کہنے والے تھے کہ اس نے ڈنڈا اُٹھایا۔ سب کو پیٹا۔ پھر زبردستی سب کو گاڑی پر بٹھایا۔ سمندر کی طرف چلا۔ سمندر کے پاس پہنچا۔ سمندر کا پانی ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ پانی دیکھ کر سب کے ہوش اُڑ گئے۔

"اُوئی اللہ! یہ پانی کون اُلیچے گا۔ بیوی اور بیٹی نے یہ کہا تو بیٹے نے بھی کہا۔ ہاں امیّ! یہ پانی کون اُلیچ سکے گا؟"

"اپنے باپ کو سمجھاؤ بیٹا! یہ تو بالکل سٹھیا گئے ہیں" ماں نے جواب دیا۔ یہ باتیں کرتے سنا تو اس آدمی نے جھڑک دیا اور کہا اُلیچو سب"

چاروں پانی اُلیچنے لگے۔ لوگوں نے ان سے بھی پوچھا۔ مچھلیوں نے بھی آکر اُن سے بات کی تو آدمی نے کہا "ہاں پانی تو نہیں اُلیچ سکیں گے۔ مگر ہم موتی نکال کر رہیں گے"

اُس کی عورت اور بیٹا بیٹی نے کہا۔ "ارے! یہ سٹھیا گئے ہیں۔ ہم سب کو بھی پریشان کر رکھا ہے۔ بیگارے رہے ہیں۔ نتیجہ کچھ نہیں نکلے گا۔

مچھلیوں نے اپنی رانی سے بات کہی۔ رانی نے کہا "جب یہ خود ایسی باتیں کرتے ہیں۔ تو یہ کیا موتی حاصل کریں گے"

یہ کہہ کر بڑی مچھلیوں کو حکم دیا "ذرا ان سب کی ٹانگ پکڑ کر سمندر کی تہہ میں لے جاؤ تو!"

"ذرا ٹھہریے امیّ جان! سمندر کی تہہ کا کیا مطلب؟" سعیدہ بی نے پوچھا۔

"یعنی سمندر کے پانی کے نیچے زمین، جس پر پانی ہے"

"اچھا بھائی، رانی کا حکم پایا۔ چار بڑی مچھلیاں چلیں۔ انھوں نے آکر ایک ایک کی ٹانگ لی۔ انھوں نے پوچھا "ارے! ہمیں کہاں کھینچے لیئے جاتے ہو"

"موتیوں کے پاس"

گہرائی میں لے جاکر مچھلیوں نے ان کو چھوڑ دیا۔ چاروں ڈوب کر مر گئے۔ ختم ہو گئی۔